www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا

نبی معصوم

مطبوعہ رجب ۱۳۲۹ ہجری النبویہ

اس عنوان کا ہمارے پاس عیسائی مذہب کا ایک رسالہ پہنچا ہے۔ رسالہ بہت دنوں کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو نسخہ ہمارے پاس پہنچا ہے وہ سنہ ۱۸۹۶ء میں چوتھی دفعہ ..... کی تعداد میں چھپا ہے۔ تو اس سے پہلے تین مرتبہ خدا جانے کتنی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکا ہوگا۔ تو اب ممکن نہیں کہ اہل اسلام کی طرف سے کسی نے اس کا جواب دیا ہو کیونکہ خاموشی وقت گفتن اہل اسلام کی شان سے نہایت بعید ہے لیکن بحکم ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست۔ میرے دل میں یہی خیال آیا کہ اس پر کچھ روشنی ڈالوں۔

اس رسالہ کے جواب کی دو صورتیں ہیں ایک اجمالی دوسری تفصیلی۔ اس وقت چونکہ فراغت کم ہے۔ اس لئے ہم اجمالی پر اکتفا کرتے ہیں اور تفصیلی کو فرصت کے وقت پر چھوڑتے ہیں۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو تفصیلی بھی ہدیہ ناظرین کی جائیگی انشاء اللہ تعالی۔

جواب سے پہلے ہم اس رسالہ کا خلاصہ عرض کرتے ہیں تاکہ جواب کے سمجھنے کیلئے اصل رسالہ کے دیکھنے کی احتیاج نہو اس رسالہ کے شروع میں لکھا ہے "اکثر اہل کتاب اس بات پر متفق ہیں کہ بنی آدم خدا تعالی کے حضور گنہگار و لائق سزا کے ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق کرتے ہیں کہ بسبب اپنے گناہوں کے ضرور ہے کہ انسان کیلئے کوئی شفیع ہو جس کے وسیلہ سے عفو گناہ و ابدی نجات حاصل ہو۔ چنانچہ اہل عیسوی بموجب تعلیم توریت و زبور و انجیل کے یقین کرتے ہیں کہ مسیح جو پاک و بے عیب برہ کی مانند گنہ گاروں کیلئے قربان ہوا خدا کے داہنے ہاتھ پر سرفراز ہو کر اپنے لوگوں کی سفارش ہر وقت کرتا رہتا ہے۔ اور اس لئے بنی آدم میں صرف وہی معصوم ہے اور صرف اسی کے وسیلے گناہ کا کفارہ یا خدا کے حضور شفاعت ہو سکتی ہے" (نبی معصوم صفحہ ۱)

"اہل اسلام اگرچہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسی اپنی امت کیلئے روز عدالت میں سفارش کرینگے مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ سب نبی معصوم ہیں اور سب نبی الوالعزم یعنی آدم و نوح و ابراہیم و موسی و عیسی و محمد اپنی اپنی امتوں کے شفیع ہیں" (نبی معصوم صفحہ ۱)

واضح رہے کہ یہ قول کہ نبی الوالعزم اپنی اپنی امت کی شفاعت کرینگے اس بنا پر کہ وہ معصوم ہیں منحصر ہے کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ اگر نبی خود گناہ میں گرفتار ہو تو لائق نہیں کہ اور گنہگاروں کو گناہ کے عذاب سے چھڑائے اس لئے کہ کوڑھی کوڑھیوں کا علاج نہیں کر سکتا اور ڈوبتا ہوا اوروں کو دریا کی موجوں سے نہیں بچا سکتا (نبی معصوم صفحہ ۲)

ملنے کا پتہ: مدرسہ اہلحدیث روپڑ ضلع انبالہ قیمت ۱/

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد اس رسالہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام نبی معصوم نہیں بلکہ الوالعزم نبیوں میں سے بھی عیسے علیہ السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اس کے بعد وہ آیتیں حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں نبیوں کا بخشش مانگنا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا مذکور ہے۔ جیسے آدم علیہ السلام کا قصہ کہ جنت سے نکالے گئے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے وغیرہ وغیرہ۔ تو گویا اس سے ثابت کیا ہے کہ وہ گنہگار اور غیر معصوم تھے ورنہ گناہ کی معافی کا کیا مطلب؟

اس کے بعد لکھتے ہیں۔ "اب ہم عیسے روح اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ اگرچہ جب بیان مذکورہ بالا کے پانچ نبی الوالعزم قرآن کی شہادت سے معصوم نہیں ٹھیرتے مگر حضرت عیسے کے حق میں کوئی آیت یا فقرہ یا لفظ یا کسی طرح کا ایما پایا نہیں جاتا ہے کہ جس سے اس پر گناہ کبیرہ یا صغیرہ کا الزام لگ سکے۔ مگر ہر جگہ ایسے کلمات مندرج ہیں جو کہ اس کی بزرگی وعظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔" (نبی معصوم صنہ ۲) "اب وہ جو آپ محتاج ہے کس طرح اور لاکھوں کروڑوں کا شفیع ہو۔ اندھا اندھوں کی رہبری کس طرح کر سکتا ہے۔ قرضدار کس طرح ہزاروں لاکھوں کروڑوں مقروضوں کے قرض ادا کریگا۔ جو خود کوڑھی ہے کس طرح دوسرے کوڑھیوں کا علاج کرے۔ اس میں مسیحی اور محمدی کی امید کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ الٰہی گواہی سے ثابت ہے کہ مسیح جس نے گناہ نہیں کیا اور جس کے منہ میں چھل نہ تھا ہمارے گناہ اپنے بدن پر اٹھا کر صلیب پر چڑھ گیا۔ تاکہ ہم گناہ کے بند سے مر کے چھوٹ جائیں۔ اور صداقت کے عالم میں جئیں۔ اور اس کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوئے۔ دیکھو ۱ پطرس ۲ باب ۲۲ و ۲۴ (نبی معصوم صنہ ۲۳ و ۲۴)

یہ اس رسالہ کا خلاصہ ہے۔ اس خلاصہ کا لب لباب یہ ہے کہ بنی آدم بوجہ گنہگار ہونے کے سفارش یا کفارے کے محتاج ہیں۔ اور سفارش یا کفارے کا ذریعہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو خود معصوم (یعنی گنہ گار نہ) ہو۔ اور عیسے علیہ السلام کے سوا تمام غیر معصوم ہیں۔ پس لازم آیا کہ عیسے علیہ السلام ہی سفارش یا کفارے کا ذریعہ ہوں چنانچہ ہو چکے!

اب ناظرین اس کا جواب سنیں۔ گنہگار ہونے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالے کی شان کے لائق طاعت نہ ہو سکنا۔ سو اس معنے میں تمام بنی آدم گنہ گار ہیں۔ کیونکہ خدا کی شان کے شایان طاعت کسی سے نہیں ہو سکتی۔ خواہ نبی ہو یا ولی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خدا کی شان کے شایان طاعت دو باتوں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ خدا کی ذات کی کنہ اور حقیقت کا احاطہ ہو۔ اور اس کی عظمت شان طاعت کنندہ کے علمی دائرے میں محدود ہو۔ دوسری یہ کہ یہ اپنے اندر اتنی طاقت رکھتا ہو جس سے خدا کی شان کے شایان طاعت پر قادر ہو۔ اور یہ دونوں باتیں مخلوق میں نہیں۔ نہ تو علم اتنا وسیع ہے کہ خدا کی ذات یا صفات کا احاطہ کر سکیں اور نہ طاقت اتنی ہے کہ اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کافی ہو۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے لا تدرکه الابصار وهو یدرك الابصار (ع) وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (ع) یعنے آنکھیں خدا کا احاطہ نہیں کرتیں۔ اور وہ خدا ان کا احاطہ کرتا ہے اور خدا کی نعمتوں کو اگر تم شمار کرنا چاہو تو طاقت نہیں رکھتے (چہ جائیکہ حق ادا کرو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس مرتبہ میں انسان سراپا عجز و انکسار ہے - بلکہ مجسم قصور و تقصیر ہے اسلئے خواہ کیسا ہی پاکدامن ہو مغفرت کا مانگنا اور قصور کا اقرار کرنا اس کے لئے ضروری اور لازمی ہے - خواہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوں یا عیسےٰ علیہ السلام ہوں - یا کوئی اور ہو - انجیل متی کے ۱۹ باب ۱۶ و ۱۷ آئت میں ہے " ایک نے آکے اس (مسیح) سے کہا - کہ اے نیک استاد میں کون سا نیک کام کروں اور ہمیشہ کی زندگی پاؤں - اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے - نیک تو کوئی نہیں مگر ایک خدا " اسی طرح مرقس باب آیت ۱۹ میں ہے ؛

غرض اس معنی میں کوئی قصور سے خالی نہیں - یہاں تک کہ فرشتے بھی کہتے ہیں ماعبدناک حق عبادتک و ماعرفناک حق معرفتک یعنے ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا - اور نہ تجھے پہچانا جیسا کہ پہچاننا چاہیئے تھا - سچ ہے ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش ✽ عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش ✽ کس نتواند کہ بجا آورد

دوسرا معنے گنہگار کا ہے شرعی حد کا توڑنا - یعنی خدا نے جو حکم بھیجا ہے اس کی مخالفت کرنا - خواہ دیدہ دانستہ مخالفت کرے خواہ خطا و نسیان سے - چونکہ جو حکم خدا تعالیٰ بھیجتا ہے وہ بندے کی وسعت میں داخل ہوتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا اس لئے نبی کی شان سے بعید ہے کہ ایک حکم کی تعمیل اس کے اختیار میں ہو پھر دیدہ دانستہ اس کی مخالفت کرے - ہاں خطا و نسیان سے مخالفت ممکن ہے - چنانچہ آدم علیہ السلام سے پھل کھانے کی نسبت ہوئی - چنانچہ قرآن مجید میں اور انجیل پیدائش باب ۳ آئت ۱۴ میں مذکور ہے - اور انجیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے - کہ ایسی خطائیں عیسےٰ علیہ السلام سے بھی صادر ہوئی ہیں - کیونکہ یوحنا کے ہاتھ پر انہوں نے بپتسمہ لیا یعنی تائب ہوئے چنانچہ انجیل متی باب ۳ آئت ۱۶ - اور اس کے مابعد ماقبل کی آیتوں میں مذکور ہے - اسی طرح مرقس باب اول آئت ۹ وغیرہ ملاحظہ ہو - اور ماقبل کی آیتوں میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ یوحنا گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کا بپتسمہ بھی گناہ کی معافی کا تھا - لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کا کوئی قصور ثابت نہیں ہوا - اور قرآن میں جن قصوروں کا ذکر ہے وہ پہلی قسم کے ہیں جن سے کوئی بندہ خالی نہیں - ہیلے عیسے

لـہ یہ بات یاد رہے کہ حدیثوں میں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مغفرت مانگنے یا گناہوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ پر دیکھو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی فرشتہ اور انجیل میں عیسٰے علیہ السلام کے بپتسمہ لینے کا جو ذکر ہے تو وہ پہلی قسم کے قصوروں کی نسبت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا یا گناہوں کی معافی چاہنا یہ ایک طرح کا عہد ہے۔ اور عہد انسان اسی بات کی نسبت کر سکتا ہے جو اس کی وسعت میں داخل ہو۔ اور پہلی قسم کے قصور تو انسان کی وسعت سے باہر ہیں۔ نیز پہلی قسم کے قصوروں میں تو ہر وقت انسان مبتلا ہے تو چاہیئے تھا کہ عیسٰے علیہ السلام ساری عمر یوحنا کے ہاتھ پر بپتسمہ لیتے رہتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ تو ضرور ہے کہ یہ دوسری قسم کے قصور ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم عیسٰے علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اور جو افضل ہوتا ہے وہی سفارش کا زیادہ حقدار ہے۔ اسی واسطے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کا دروازہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کھلے گا۔ پھر سب درجہ بدرجہ شفاعت کریں گے۔

اور اگر فرضی طور پر ہم تسلیم کر لیں کہ عیسٰے علیہ السلام کا بپتسمہ لینا پہلی قسم کے قصوروں کی نسبت تھا تو بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا ثابت ہے کیونکہ ان کے قصور پہلے ہی معاف ہوتے رہتے اور عیسٰے علیہ السلام دوسرے کے ہاتھ پر بپتسمہ لینے کے محتاج ہوئے۔ بلکہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسری قسم کے قصور ہوتے تو بھی افضل ہوتے۔ کیونکہ عیسٰے علیہ السلام کی طرح دوسرے کے تو محتاج نہیں ہوئے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ گنہ گار گنہ گار کی سفارش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پہلی قسم کے قصوروں میں یوحنا بھی مبتلا تھا پھر باوجود اس کے مسیح کو انہوں نے بپتسمہ دیا۔ پس معلوم ہوا کہ گنہ گار گنہ گار کی سفارش کر سکتا ہے۔

بہ واقعہ میں بھی یہ قاعدہ غلط ہے۔ کیونکہ برابر کے گنہ گار اگرچہ ایک دوسرے کی شفاعت نہ نہیں کر سکتے لیکن چھوٹا گنہ گار بڑے گنہ گار کی شفاعت کر سکتا ہے۔ مثلاً کوڑھی کوڑھی کا علاج نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) اقرار کا ذکر آتا ہے تو وہ بطور تعلیم کے ہے۔ یعنی آپ اس غرض سے دعا پڑھتے تھے تاکہ دوسرا سیکھ لے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ ایک صحابی پاس تھا اس نے کہا کہ کیا آپ کو ڈر ہے کہ ہم اسلام لانے کے بعد پھر جائیں گے۔ فرمایا کہ ہاں ڈر ہے کیونکہ دل خدا کی انگلیوں میں ہے جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب القدر۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ بظاہر اپنے لئے دعا مانگتے تھے لیکن مقصود اس سے تعلیم ہوتی تھی فافہم ۱۲

عہ بلکہ عیسائیوں نے تو مسیح کو سخت مجرم قرار دیا ہے۔ کتاب گنتی کے ۲۰ باب کی شروع کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ایک مرتبہ باغی کہہ دیا حالانکہ واقعی وہ باغی تھے کیونکہ انہوں نے بچھڑے کو پوجا تھا۔ اور اور بھی کئی قصور کئے تھے (چنانچہ بائیبل کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں) تو اس کہنے پر ان کو خدا نے یہ سزا دی کہ زمین کنعان میں ان کا داخل ہونا بند کر دیا۔ اور انجیل متی ۵/۲۲ میں ہے جو کسی کو احمق کہے گا وہ داخل دوزخ ہوگا اور مسیح تو بنی اسرائیل کو ریاکار۔ حرامکار۔ ملعون اور سانپوں کے بچے وغیرہ کہتے تھے۔ اور دو ہزار سور جو ایک کی ملک تھے انکو پانی میں ڈبو دیا اور صرافوں کے تختہ کو الٹ دیا اور کوڑے کے ساتھ ہیکل سے چارپایوں کو نکال دیا اور اپنی ماں کو زن کہا۔ ملاحظہ ہو متی ۱۲ باب ۳۹ آیت و ۳۴ آیت اور ۲۳ باب ۳ و ۴ آیت اور ۸ باب و ۱۹ آیت اور یوحنا ۲ باب ۱۵ آیت اور مرقس ۵ باب ۱ آیت سے ۱۶ تک اور یوحنا باب ۲ و آیت ۴۔ اور باب ۱۶ و آیت ۲۳۔ پس مسیح موسیٰ و ہارون سے زیادہ مجرم ہوئے ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر سکتا۔ اور بخار والا بخار والے کا علاج نہیں کر سکتا۔ مگر بواسیر والا یا زکام والا تو بخار والے یا پھوڑے پھنسی والے کا علاج کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس کے علاوہ اہل اسلام جو کہتے ہیں کہ گنہ گار گنہ گار کی سفارش کر سکتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی حالت میں کر سکتا ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو کر۔ مثلاً جو خود مقروض ہو وہ دوسرے کا قرضہ ادا نہیں کر سکتا مگر اپنا ادا کر کے تو کر سکتا ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اپنا قرضہ ادا کرنے میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ کیونکہ جو اپنا قرضہ ادا نہیں کر سکتا وہ دوسرے کا کیا ادا کریگا۔ ٹھیک اسی طرح سفارش وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے قصوروں کی نسبت دوسروں کی سفارش کے محتاج نہ ہوں یا تو اس وجہ سے کہ وہ معمولی لغزشیں ہیں جو بشریت کے تقاضے میں داخل ہیں اور خود بخود معاف ہوتی رہتی ہیں یا بڑی لغزشیں ہیں مگر ان کے مقابلہ میں توبہ بھی ایسی ہی زبردستی ہوئی ہے جو ان لغزشوں پر غالب آ گئی ہے خواہ اس توبہ کے ساتھ کوئی مصیبت بھی خدا کی طرف سے آ گئی ہو جس کے ذریعہ سے خدا اسکو پاک کرنا چاہتا ہو یا صرف توبہ ہی سے معافی ہو گئی ہو۔ بہر صورت اعتبار خاتمہ کا ہے جب دنیا سے رخصت کے وقت اس کا معاملہ صاف ہوا تو وہ ضرور اپنے درجہ کے موافق دوسروں کی سفارش کریگا خواہ پہلے اس کی حالت کچھ ہی ہو۔ مثلاً لوہار سنار جب پیشہ سیکھتے ہیں تو بہتیری ان سے لغزشیں ہوتی ہیں مگر آخر میں جب باکمال ہو جاتے ہیں تو پہلی لغزشیں سب نسیاً منسیاً ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان دنیا میں بیدا نجان پیدا ہوا ہے بہتیری ٹھوکریں کھاتا ہے مگر آخر میں جب باکمال ہو کر مرتا ہے تو پہلے دفتروں پر پانی پھر جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں انسان لوہار سنار کی طرح اس علم کے سیکھنے کی خاطر آیا ہے جس سے خدا کا وصال حاصل کرے۔ اور علم سے پہلے لغزش ضروری ہے مگر جس کو اللہ بچائے۔ فافہم۔ خلاصہ یہ کہ عیسٰے علیہ السلام کو اور انبیاء سے معصوم ہونے میں الگ کرنا یہ بھی غلط اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کو افضل کہنا یہ بھی غلط اور گنہ گار کو گنہ گار کی سفارش کا اہل نہ سمجھنا یہ بھی غلط۔ غرض سے

غلط پر غلط ہے املا میں مرے یار کی لے یار ٭ جائے حطی سے گدھا لکھتا ہے ہوز سے ہمار

رہی یہ بات کہ قرآن مجید میں جیسے اور نبیوں کے قصوروں یا معافیوں کا ذکر ہے عیسٰے علیہ السلام کے کسی قصور یا معافی کا کیوں ذکر نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر دو قوموں کے مقابلہ میں ہوا ہے۔ ایک یہود کے مقابلہ میں جو ان کو معاذ اللہ ولد الحرام کہتے ہیں۔ دوسرے عیسائیوں کے مقابلہ میں جو ان کو معاذ اللہ خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور وجہ اس اختلاف اور جھگڑے کی ان کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ہے۔ سو یہودیوں کے مقابلہ میں تو قرآن مجید نے عیسٰے علیہ السلام کے معجزے اور نشانیاں اور ان کے خاندان کی بزرگیاں ذکر کیں۔ اور عیسائیوں کے مقابلہ میں کبھی تو ان کی عبودیت اور عاجزی کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ کہا اگر خدا ان کو اور انکی ماں کو بلکہ تمام روئے زمین والوں کو ہلاک کر دے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور کبھی انکے کھانا کھانے اور کبھی ان کے بنی آدم سے ہونے اور انسانوں کی طرح پرورش پانے اور دیگر رسولوں کی طرح ان کے ہاتھ پر معجزے اور نشانیاں ظاہر ہونے کا ذکر کیا۔ اور بغیر باپ کے پیدا ہونے یا بغیر ظاہری اسباب کے کام پر قادر ہونے کی مثال میں آدم علیہ السلام اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذکریا علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا۔ چنانچہ سورۃ آل عمران سورہ مریم سورہ نساء اور سورہ مائدہ وغیرہ میں ان باتوں کی تفصیل ہے۔ اگر قرآن عیسےٰ علیہ السلام کے قصوروں اور عیبوں کا ذکر کرتا تو بیشک عیسائیوں کے دعوے کی تو اس میں تردید تھی۔ مگر یہود کو رخنہ اندازی کا موقعہ مل جاتا اسلئے قرآن مجید نے وہ پیرایہ اختیار کیا۔ جو عیسےٰ علیہ السلام کو افراط تفریط سے نکال کر اصلی حالت پر دکھلائے یعنی عبد اور رسول ظاہر کرے۔ البتہ موجودہ انجیل اور بائیبل کا بیان عیسےٰ علیہ السلام کے حق میں بے شک مضر ہے کیونکہ وہ بیان انکو مجرم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہم حاشیہ صفحہ ۵ میں تھوڑے سے حوالے ذکر کر چکے ہیں معاذ اللہ یہاں تک لکھا ہے کہ مسیح کی روح چالیس دن تک شیطان لے گیا۔ (مرقس باب ۱ آئت ۱۱۔ جو لکڑی (یعنی سولی) پر لٹکا دیا جائے وہ ملعون ہے (انجیل گلتیون باب ۳ آئت ۱۳) حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح بھی سولی پر لٹکائے گئے ہیں۔ گویا موجودہ انجیل اور بائیبل نے یہودیوں کو رخنہ اندازی کا بڑا اچھا موقعہ دیا ہے۔ عیسائیوں کو قرآن مجید کا احسان ماننا چاہیئے کہ اس نے ہر طرح سے غیروں کے حملوں سے عیسےٰ علیہ السلام کو بچایا۔ اور جو کام ان کی کتابوں سے نہ ہو سکا قرآن نے کر دکھایا سچ ہے ؎

نظیر اس کی نہیں ملتی نظر میں فکر کر دیکھا ٭ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمٰن ہے

تنبیہ:- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مسیح سے افضل ہیں۔ کیونکہ جب قرآن انجیل سے افضل ہے تو صاحب قرآن بھی صاحب انجیل سے افضل ہوگا۔

عجیب: قرآن مجید نے تو بڑے زور شور سے عیسےٰ علیہ السلام کو معتدل حالت پر پہنچایا ہے مگر بعض عیسائی جہالت سے قرآن مجید ہی سے عیسےٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں قرآن میں عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت کہا ہے وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ (یعنی کلمہ خدا کا ہے جو مریم کی طرف ڈالا اور روح ہے خدا کی طرف سے) جب خدا کا کلمہ اور خدا کی طرف سے روح ہوا تو خدا ہی ہوا تو عیسےٰ علیہ السلام کی الوہیت ثابت ہوگئی لیکن ان بیچاروں کو یہ خبر نہیں کہ کلمہ سے مراد کلمہ کن ہے یعنی بغیر ظاہری اسباب کے محض کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون یعنے عیسےٰ علیہ السلام کی مثال آدم کی سی ہے آدم کو مٹی سے بنا کر کن کہا پس ہو گئے۔ اسی واسطے وکلمتہ القاھا الی مریم کہا اور وکلمتہ القاھا مریم یا فی بطن مریم نہیں کہا۔ یعنی مریم کی طرف ڈالدیا کہا اور مریم میں یا مریم کے پیٹ میں ڈالدیا نہیں کہا۔ افسوس یہ لوگ عیسائیت کے خمار میں عربیت کا مذاق بھی بگاڑ بیٹھے ہیں۔ اسی طرح وروح منہ کہنا بھی صرف اسی بنا پر ہے کہ وہ بغیر ظاہری اسباب کے محض قدرت الٰہی سے دنیا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ روح خدا کی طرف سے ہونیکا یہ مطلب نہیں کہ وہ خدا ہیں ورنہ لازم آئیگا کہ ہمارے کام کی سب چیزیں خدا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین کی چیزیں تمہارے کام میں لگائی ہیں سب اسی سے ہیں۔ اب بتلائیے سب چیزیں الوہیت کے مقام کو پہنچ گئیں تم تو صرف روح کو اللہ کی طرف سے کہنے پر الوہیت کا مقام دیتے تھے۔ اب سب چیزیں جو ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں ان کو الوہیت کا مقام دو۔ یک نہ شد ہزار شد۔ اب خواہ ہزاروں کی الوہیت کو مانو اور خواہ عیسےٰ علیہ السلام کی الوہیت کو بھی جواب دو ؎

من نگویم کہ ایں مکن آں کن ٭ مصلحت بین وکار آساں کن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناظرین یہانتک تو ہم مدافعت کے مقام میں تھے۔ اب حملہ کے میدان میں قدم رکھ کر کفارے کی مسئلہ پر چند سوال کرتے ہیں امید ہے کہ تسلی بخش جواب عنایت ہونگے۔

سوال اول۔ مسیح خدا یا خدا کا بیٹا ہونیکی حیثیت سے گناہوں کا کفارہ ہوا ہے یا انسانی حیثیت سے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے کفارہ ہوا ہے تو معاذ اللہ خدا یا اسکا بیٹا جو خدائی مرتبہ میں ہے سولی پر چڑھکر مر گیا تو گویا خدا کی خدائی ہی جاتی رہی۔ اور اگر انسانی حیثیت سے کفارہ ہوا ہے تو انسانی حیثیت میں کوئی بے عیب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انجیل متی کے ۱۹ باب ۱۶ و ۱۷ آئت اور مرقس ۱۰ باب ۱۹ آئت میں ہے کہ مسیح کو کسی نے نیک کہا تو مسیح نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک خدا۔ بس یہ کہنا کہ گنہگار گنہگار کی معافی کا وسیلہ نہیں ہو سکتا یہ کیونکر صحیح ہوگا۔

سوال دوم۔ کوڑھی کوڑھی کا علاج اسلئے نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس علاج کا سامان نہیں اور مقروض دوسرے کا قرضہ اسلئے ادا نہیں کر سکتا کہ اسکے پاس روپیہ نہیں مگر گناہوں کے کفارے کے لئے تو صرف جان قربان کرنیکی ضرورت ہے جو پاس موجود ہے تو خواہ وہ جان گنہگار ہو یا بے گناہ ہو بہر صورت قربان ہو سکتی ہے تو پھر یہ کیونکر کہا جاتا ہے کہ گنہگار گنہگار کی معافی کا وسیلہ نہیں ہو سکتا۔

اگر کہا جائے کہ جب وہ جان خود گنہگار ہوگی تو اپنے ہی گناہوں کے بدلے قربان ہو سکتی ہے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تو اسپر دو سوال ہیں ایک یہ کہ جب مسیح ہزارہا بنی آدم کے گناہ اٹھا کر کفارہ ہو گیا تو تھوڑے سے اپنے گناہ ملانے سے کونسا بوجھ زیادہ ہو جاتا مثلاً جتنوں کا بوجھ لیکر وہ سولی پر چڑھا ہے اگر ان میں ایک شخص اور زیادہ ہو جاتا تو کیا اس کے گناہ کا کفارہ نہ ہوتا۔ پس اپنے وجود کو بھی بمنزلہ ایک شخص کے فرض کر لے۔ دوسرا یہ کہ جب ہر ایک شخص اپنی جان قربان کر کے اپنے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے تو پھر مسیح کی کیا ضرورت رہی۔ مثلاً ایک شخص دین الٰہی کی خدمت کرتا کرتا مر گیا یا مارا گیا تو وہ اپنے گناہوں کا خود ہی کفارہ ہو گیا اس کو مسیح کے کفارے کی کیا ضرورت رہی۔

سوال سوم۔ مسیح کو جو خدا نے بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ بنایا ہے تو کیا مسیح کی رضامندی سے بنایا یا جبراً۔ اگر جبراً بنایا ہے تو معاذ اللہ سراسر خلاف عقل و نقل کیا کہ ظالموں کی سزا غیر ظالم کو دیدی۔ اور اگر مسیح کی رضامندی سے بنایا ہے تو اگر اور کوئی شخص اپنی رضامندی سے دوسرے کا بوجھ اٹھالے تو ہمیں کیا حرج ہے مثلاً ایک شخص نے چار کا بوجھ اٹھا لیا اور آخر خود بھی گنہگار ہے تو پانچ کا بوجھ ہو گیا جب مسیح نے ہزارہا کا بوجھ اٹھا لیا تو دوسرے کو پانچ کا بوجھ اٹھانا کیا مشکل ہے۔

سوال چہارم۔ انجیل متی وغیرہ کے حوالے سے صفحہ ۲ کے حاشیہ میں گذر چکا ہے کہ جو کسی کو احمق کہدے وہ داخل دوزخ ہوگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل کو صرف باغی کہدیا تو اس کی سزا میں ملک کنعان سے ہمیشہ کیلئے جلاوطن کئے گئے اور بائیبل میں ہے کہ حیوان کے ساتھ برا کرنیوالا قتل کیا جائے۔ پس جب ایسے معمولی معمولی گناہوں کی ایسی ایسی سخت سزائیں ہیں تو ہزارہا بنی آدم کے ہزارہا گناہ جو احمق اور باغی کہنے سے ہزارہا درجہ بڑھکر ہیں صرف ایک جان کے قربان کرنے سے کیونکر معاف ہو گئے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ دوزخ کی سزا سے بڑھکر کوئی سزا نہیں۔ کیونکہ ایک تو وہ فی نفسہ سخت ہے دوسرے وہاں نہ موت ہے نہ حیات ہے خصوصاً دنیوی سزائیں تو اس کے مقابلہ میں کچھ وقعت ہی نہیں رکھتیں تو صرف احمق کہدینے کی سزا تو دوزخ ہو اور اس سے ہزارہا درجہ بڑھکر گناہوں کا کفارہ صرف ایک جان کا سولی پر چڑھنا ہو یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی اس کو ذرا مدلل کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال پنجم - سزا دینے کے دو مطلب ہوتے ہیں - ایک نظام ملکی کا قائم رکھنا دوم کسی شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دینا۔ نظام ملکی کیلئے تو یہ ضرور نہیں کہ ہر ایک مجرم کو سزا دی جائے بلکہ مجرموں میں سے ایک آدھ مجرم کو تنبیہ کافی ہے۔ اسی سے باقیوں کے کان بھی کھڑے ہو جائینگے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا کہ مجرموں کی تنبیہ کیلئے غیر مجرم کو پکڑ لیا جائے۔ اب مسیح کو کس غرض سے سولی پر چڑھایا گیا۔ اگر نظام ملکی کی غرض سے چڑھایا گیا تو اول تو مسیح کا وہ جرم بتلانا چاہیئے جس کے بدلہ وہ سولی پر چڑھا۔ تاکہ باقی لوگ اس جرم کے مرتکب نہ ہوں اور ہمیشہ کے لئے ان کو تنبیہ ہو جائے۔ دوم مسیح کا گنہ گار ہونا ثابت ہوگیا۔ اور اگر گناہ کی سزا چکھنے کی غرض سے سولی پر چڑھایا گیا ہے تو پھر وہ دوسروں کا کفارہ کیونکر ہوا۔ ہاں اگر عیسائی یہ کہدیں کہ مسیح کو سولی پر اس غرض سے چڑھایا گیا ہے کہ مسیح کے رفع درجات ہوں اور دنیا کو معلوم ہو جائے کہ باوجود بغیر باپ کے پیدا ہونے کے اور باوجود معجزے اور نشانیاں دکھلانے کے خدا کے مرتبہ اور الوہیت کے مقام کو نہیں پہنچا۔ بلکہ ایک عاجز انسان ہی رہا۔ جو انسانوں کی طرح مرگیا تو اس صورت میں ہم اس اعتراض کو بڑی خوشی سے واپس لے لینگے۔

سوال ششم - جب کسی کا کوئی مال لے یا خون کرے تو اگرچہ نظام ملکی قائم رکھنے والوں کو کچھ اور سوجھے۔ مگر اصل انصاف تو یہ ہے کہ جس کا نقصان ہوا ہے اُس کو بدلہ دیا جائے خصوصاً خدائی شان کے تو بالکل ہی مناسب ہے۔ سو اب بتلائیے مسیح کے سولی پر چڑھنے سے اس کا حق کس طرح ادا ہوا غرض حقوق اللہ اور حقوق العباد میں امتیاز نہ کر کے سب کے عوض میں مسیح کو سولی پر چڑھا دینا عجیبات سے ہے

سوال ہفتم - کسی دین کو انسان اس غرض سے قبول کرتا ہے کہ گذشتہ گناہوں کی معافی ہو جائے اور آئندہ گناہوں سے بچکر پرہیزگار ہو کر اپنی دنیا بھی باوقار بسر کرے اور آخرت میں بھی نجات پائے کفارہ مسیح تو گناہوں پر ایسا دلیر کر دیتا ہے کہ رہی سہی تہذیب بھی کھو بیٹھے۔ اور بھیڑیوں کی طرح زندگی بسر کرنے پر کمربستہ ہو جائے۔ ہمیں تعجب ہے کہ ایک طرف تو انجیل کی تعلیم ہے کہ کوئی تیری داہنی گال پر طمانچہ مارے تو بائیں آگے کر (متی باب ۵ آئت ۴۵) اور ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ مسیح سب گناہوں کا کفارہ ہو چکے۔ بھلا بتلائیے جسنے کفارے کا مسئلہ سن لیا وہ بائیں گال آگے کرنیکی بجائے داہنی گال پر طمانچہ مارنے والےکی دونوں گالوں پر طمانچہ نہیں ماریگا؟

سوال ہشتم - مسیح کو جو خدا یا خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے تو روح کے لحاظ سے تو کہا نہیں جا سکتا کیونکہ لوقا کے ۲۳ باب ۴۶ آئت میں ہے "بڑے آواز سے پکار کر کے کہا کہ اے باپ اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں" اور مرقس باب آئت ۱۱ میں ہے کہ "مسیح کی روح کو شیطان چالیس دن تک لیگیا" ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ مسیح کی روح خدا سے الگ ہے۔ کیونکہ جو شے کسی کے ہاتھ میں سونپی جائے وہ اس سے الگ ہوتی ہے۔ اور دوسرا حوالہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ مسیح کی روح اگر خدا ہوتی تو کیا خدا کو شیطان لے گیا۔ پس جب مسیح کی روح خدا نہ ہوئی تو جسم خدا ہوا تو معاذ اللہ ایک تو خدا کا جسم ہونا لازم آیا دوسرے وہ سولی پر زخمی ہوا۔ ایسے خدا کو دور ہی سے سلام کیونکہ اس سے تو پتھر ہی اچھا ہے جو جلدی ٹوٹتا نہیں۔ میرے خیال میں عیسائیوں کو ہندوؤں کا مذہب قبول کر لینا چاہیئے کیونکہ ان کے ہاں پتھر کی انسانی صورتیں کثرت سے پوجی جاتی ہیں۔

سوال نہم - سفارش کیلئے یہ ضروری ہے کہ جسکے پاس سفارش کرتا ہے اسکے ہاں اسکی وقعت ہو کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ جسکی سفارش کرتا ہے اُس سے زیادہ وقعت رکھتا ہو۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جب بادشاہ بغیر سزا دئے کسی جرم کی معافی دیگا تو یا تو محض اپنی مہربانی سے معافی دیگا یا کسی نے سفارش کی تو اس کی عزت کا خیال کر کے معافی دیگا۔ لیکن کفارۂ مسیح میں تو معافی بغیر سزا کے نہیں ہوئی بلکہ سب کے بدلہ مسیح سزا پا گئے۔ تو پھر مسیح کو خدا کے ہاں صاحب وقعت کہنا اسکی کیا ضرورت ہے بلکہ اگر بڑے درجہ کا بے وقعت ہو تب بھی کفارہ ہو سکتا ہے جو مسیح کی گیا۔

(تعداد ۵۰۰) باب اول مصنف حافظ عبد اللہ (مولوی فاضل) امرتسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "